Paper-15 "راجندر سنگھ بیدی شخصیت اور افسانہ نگاری"

K.U.

راجندر سنگھ بیدی کی پیدائش یکم ستمبر 1915ء کو لاہور میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام ہیرا سنگھ تھا جو ڈاک خانہ میں کلرک تھے۔ راجندر سنگھ بیدی کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی، میٹرک لاہور سے پاس کیا۔ اور ڈی۔اے۔وی کالج سے انٹر کیا اسی دوران ماں کا انتقال ہو گیا اور گھر کے حالات بدل گئے۔ والد اہلیہ کی موت سے اس قدر غم زدہ ہوئے کہ نوکری چھوڑ دی۔ مجبوراً بیدی کو ڈاک خانے کی نوکری 46 روپئے ماہانہ پر کرنی پڑی۔ بیدی کے دو چھوٹے بھائی گورچرن سنگھ اور ہربنس سنگھ اور ایک چھوٹی بہن دلاری کی پرورش کا بوجھ بھی بیدی پر آن پڑا۔

انیس سال کی عمر میں بیدی کی شادی ستونت کور سے کر دی گئی۔ گھریلو ذمہ داریاں اور اخراجات میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ خاندان کی مالی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ بیوی اور بہن کشیدہ کاری اور سلائی کا کام کر کے تعاون کرتی تھیں۔ پھر وہ ڈاک خانہ کی نوکری چھوڑ کر دلی چلے آئے۔ اس زمانے میں منٹو، کرشن چندر، فیض احمد فیض، ن۔م۔ راشد اور اوپندر ناتھ اشک جیسے ادیب ریڈیو اسٹیشن سے جڑے ہوئے تھے ان لوگوں نے بیدی کی پوری مدد کی۔ پطرس بخاری آل انڈیا ریڈیو کے ڈائرکٹر جنرل تھے انہوں نے بیدی کو بحیثیت اسکرپٹ رائٹر لاہور ریڈیو اسٹیشن میں بحال کر دیا۔ اور تنخواہ طے ہوئی ڈیڑھ سو روپئے۔ پھر تقسیم ہند کا کرب ناک حادثہ پیش آ گیا بیدی اپنے گھر والوں کے ساتھ بڑی پریشانیوں میں کسی طرح جان بچا کر دہلی پہنچے۔ کچھ دنوں تک ہنگامی حالات میں پریشان رہے۔ رفیع احمد قدوائی نے جموں کشمیر ریڈیو اسٹیشن کا ڈائرکٹر بنا کر بھیج دیا۔ شیخ عبداللہ کے دور میں بہت سکون سے رہے۔ لیکن بخشی غلام محمد کے دور میں ان پر زندگی تنگ ہو گئی اور ملازمت چھوڑ کر دہلی واپس آنا پڑا۔ کچھ عرصہ دہلی میں رہنے کے بعد بمبئی چلے آئے۔ یہاں ان کا وقت افسانہ نگاری میں گزر رہا تھا۔ فلموں کی طرف جھکاؤ کم تھا لیکن بیوی بچے بمبئی آ گئے اخراجات بڑھ گئے ایک دوست کے کہنے پر مہیش پکچر کمپنی میں ہزار روپئے مہینے پر فلم اسکرپٹ لکھنے کی نوکری مل گئی۔ کئی فلموں کی اسکرپٹ لکھی اور بہت کامیاب رہے۔ پھر انہوں نے فلم سازی کی طرف توجہ کی اور اپنی کہانی "گرم کوٹ" پر اسی نام سے فلم بنائی۔ دوسری فلم "دستک" ایک اور فلم "پھاگن" بنائی فلمیں اچھی بنی لیکن مالی فائدہ نہ ہو سکا۔ نومبر 1978 کو ان پر فالج کا حملہ ہوا اسی بیماری میں چھ سال زندہ رہے آخر کار 11 نومبر 1984ء کو 69 سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔

راجندر سنگھ بیدی کا ادبی ذوق بچپن سے ہی نشو و نما پانے لگا تھا۔ کالج میں پہنچ کر انگریزی اور پنجابی میں مقالے لکھنے لگے تھے۔ انگریزی میں شاعری بھی کرنے لگے افسانہ نگاری بھی اسی دور میں شروع کر دی۔ شروعاتی دور کے افسانوں میں "بھولا" ایک اہم افسانہ ہے۔ بیدی کی بیوی نے جس طرح گھر کو سہارا دیا اور خود ان کی زندگی کو [illegible] کی جھلک بیدی کے افسانہ "اپنے دکھ مجھے دے دو" میں صاف نظر آتی ہے ڈاکخانے کی ملازمت کے دوران ہونے والے مشاہدات و تجربات نے بھی کئی افسانوں کا روپ دھارا۔ "ہمدوش" اور "دس منٹ بارش میں" اہم ہیں۔ بیدی کے افسانوں میں فرقہ واریت بھی ایک اہم موضوع ہے۔ بیدی نے پہلی کہانی پنجابی میں "دکھ سکھ" کے نام سے لکھی۔ اردو میں پہلی کہانی تھی "مہارانی کا تحفہ"۔ پہلا افسانوی مجموعہ "دانہ و دام" 1939ء

گرہن 1942ء، کوکھ جلی 1949ء، اپنے دکھ مجھے دے دو 1965ء، ہاتھ ہمارے قلم ہوئے 1974ء اور مکتی بودھ 1982ء

ان افسانوں میں بھولا، گرم کوٹ، چھوکری کی لوٹ، اور دس منٹ بارش میں نے سب کی توجہ اپنی طرف کھینچی۔ اسی طرح جب بیدی نے فن پر گفتگو کرتے ہوئے ان کا حوالہ دیا تھا تو باقر مہدی نے بھی "دانہ و دام" پر اپنے تنقیدی خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ایک تکنیک کی طرف اشارہ کیا ہے!

"دانہ و دام" کی بیشتر کہانیوں میں بچہ کسی نہ کسی روپ میں ہر جگہ موجود رہا ہے۔ اس کا سایہ تو کتنے ہی بڑی عمر کے کرداروں پر بھی پڑتا رہا ہے۔ بیدی نے بچے کو اپنی کہانیوں کا اہم جزو بنا کر اس کو ایک سیمبل کی طرح سے استعمال کیا ہے۔"

"گرم کوٹ" بیدی کی یادگار کہانی ہے جس پر انہوں نے فلم بھی بنائی تھی۔ ایک کلرک کی مفلوک الحال زندگی کے ارد گرد گھومتی ہوئی یہ کہانی اس کی، بیوی اور بچوں کی ناآسودہ خواہشات اور اس کو پورا نہ کر پانے کی مجبوری کا خاکہ ہے۔ خود اس کے جسم پر کئی سال سے ایک پھٹا ہوا کوٹ ہے۔ ایک دن اس کے پاس کہیں سے دس روپے آ گئے۔ گھر آتے ہی بیوی بچوں کی فرمائشیں شروع ہو گئیں۔ جن میں سلائی مشین کا سامان اور گلاب جامن سب شامل تھا۔ چھوٹے بیٹے کو ٹرائیسکل چاہئے تھا۔ اس نے اپنی خواہشات کو دبا لیا اور بیوی کے لیے سامان خریدنے چل دیا۔ گلاب جامن کی دکان پر پہنچ کر جیب میں ہاتھ ڈالا تو پھٹی ہوئی جیب میں روپیہ غائب تھا۔
کئی دن بعد محسوس ہوا کہ وہ دس روپے کا نوٹ پھٹے ہوئے استر سے سرکتا ہوا کوٹ کے اندر چلا گیا تھا۔ وہ مٹھی میں نوٹ دبائے گھر آیا اور بیوی کو پیسے دے کر بچوں کے منگائے ہوئے سارے سامان لانے بھیج دیا۔ اس کے لوٹنے تک وہ بچوں کو بہلاتا رہا۔ جب اس کی بیوی لوٹی تو بچوں کا سامان کے بجائے اس کے لیے گرم کوٹ کا کپڑا لے آئی تھی۔ یہ افسانہ بیک وقت انسانی رشتوں اور محبت کی عکاسی کرتا ہے اور معاشی نابرابری کی وجہ سے ایک تنگ حال طبقے کی خوبصورت تصویر کشی ہے۔

بیدی کا دوسرا افسانوی مجموعہ "گرہن" ہے۔ افسانہ گرہن ایک ایسی کہانی ہے جس کے بارے میں آل احمد سرور لکھتے ہیں:

"گرہن سے بیدی کے یہاں ایک موڑ شروع ہوتا ہے اور جنس کی نفسیات زیادہ سر اٹھاتی ہے۔ بیدی کو کھیر کا فن آتا ہے اور کفایت شعاری ایسی ہے کہ ان کے نقوش میں زیادہ سے زیادہ رنگ ہوتے ہیں۔ وہ ایک ایک اینٹ سے مکمل عمارت تیار کرتے ہیں۔ حمل کے دوران ساس کی بندش اور میاں کی ہوسناکی گرہن کی ہیروئن کو تھکا دیتی ہے اور اس کی آسائش کرنے کے لیے طرح طرح کے ... ہیں کہ وہ گھر سے نکل کر آوارہ ہو گئی ہے۔"

بیدی کا تیسرا مجموعہ "کوکھ جلی" 1949ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے کا سب سے اہم افسانہ کوکھ جلی ہے۔ اس میں بیدی کے فن کے نقوش واضح ہوتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

چھپ چکا تھا جس میں "اپنے دکھ مجھے دے دو" ، ایک بار گیا، جو لاجواب ہے۔ اس مجموعے
اس دور کے افسانے ایسے ہیں جو بیدی کے فن کی تفہیم کے لیے ان کا تخلیقی
مطالعہ ناگزیر ہے۔ خاص طور پر "لاجونتی" اور "اپنے دکھ مجھے دے دو"
بیدی کا نیا مجموعہ "ہاتھ ہمارے قلم ہوئے" شائع ہوا۔
پیش کیا۔ ان میں سے بیشتر افسانے بیدی کا شاہکار ۱۰ جون میں منظر عام
ہیں۔ "وہ بڈھا" ، "متھن" اور "گرم کوٹ" ...
اور آخری افسانوی مجموعہ "مکتی بودھ" 1982ء میں بیدی کا شائع
کے حوالے سے "بولو" اور "ایک باپ بکاؤ ہے" کے نام سے شائع ہوا۔ اس مجموعے
اور ناقدین نے بھی ایسے افسانوں ... "ایک باپ بکاؤ ہے" کو بہت شہرت ملی۔
بیدی نے اپنی تحریروں میں شمار کیا۔

بیدی ہماری گنجان سماج کی زندگی کے بہت سے رخ روشن کیا۔
گوشوں کو نمایاں کیا۔ سماج کے مسائل کو سلجھانے کے لیے پیش کیں۔ اور حقیقت
اور نہ صرف حالات اور واقعات کو پوری فنکاری سے پیش کر دیا
زندگی کی ... اس بات کی سے اس میں پیرو دیا کہ نظر آنے والا انسان
کے بجائے فن کو اولیت دی۔ یہی بات بیدی کو ان کے ہم عصروں میں
نمایاں کرتی ہے۔

Afsar Kaum